

## جیہڑ احمد خان دا دکھ و سارے

1857ء کی قیامت کے دوران جو برسات آئی تھی اُس کا ذکر دلی کے حوالے سے غالب نے یوں کیا ”برسات کا نام آگیا ہے سو پہلے مجھلا سنو۔ ایک غدر کالوں کا، ایک ہنگامہ گوروں کا، ایک فتنہ انہدام مکانات کا، ایک آفت وبا کی، ایک مصیبت کال کی۔ اب یہ برسات جمیع حالات کی جامع ہے۔“ یوں غالب یا 1857ء کے حوالے سے محترم انتظار حسین نے اپنے کالم ’ہندگی نامہ‘ کا آغاز کیا..... تو 1857ء کے حوالے سے یاد آیا کہ سانجھ والوں نے سعید بھٹا کی کتاب ”نابر کہانی“ گزشتہ برس چھاپی تھی جس سے ایک کلڑا پیلاک والوں نے رسالہ ترنجن کے اپریل 11ء کے شمارے میں دو بار چھاپ دیا..... دراصل یہ کتاب ایک مصرعے کی مرہون منت ہے۔

اوہنوں انکھی نہیں سمجھدا، جیہڑ احمد خان دا دکھ و سارے

(میں اس شخص کو ہرگز غیرت مند نہیں سمجھتا جس نے احمد خان (کھل) کا المیہ بھلا دیا ہے)

بات ایک شخص کی نہیں ہے، بات پورے پنجاب کی ہے۔ پورے پنجابیوں کی ہے۔ بات پنجاب کی ان ساری حکومتوں کی ہے جو 1947ء سے لے کر آج 2011ء تک براہمان رہی ہیں، ستلج کے کنارے کے افتخار حسین ممدوٹ ہوں یا ممتاز دولتانہ، خوشاب کے نون ہوں یا مظفر گڑھ کے دتی، چناب کنارے کے ملتانی نواب صادق قریشی ہوں یا بہاولپور کے نواب محمد احمد..... کس نے احمد خان کھل کا نام لیا؟..... کس نے کہا کہ 1857ء میں پنجاب کی سرزمین کے بہشتیوں نے بھی گوری بلا سے نجات کے لیے بادشاہوں، راجوں، مہاراجوں اور نوابوں، رانیوں کی سرپرستی کے بغیر نہتے ہونے کے باوجود لوہے لے لیا تھا اور..... دن ہی غالب والے تھے..... دلی نے کالوں کا غدر دیکھ لیا تھا، اب گوروں کا ہنگامہ تھا، کالے ختم ہو چکے مگر ساہیوال، فیصل آباد، ننکانہ میں ابھی کالوں کا ہنگامہ جاری تھا۔ ابھی احمد

خان کھرل زندہ تھا اور نورے دی ڈل اس کے خون سے سرخرو ہونے کی منتظر تھی۔  
 اور داستان گو کے الفاظ سعید بھٹا نے بعینہ لکھ دیے کہ یہ نثر پورے پنجاب کی میراث  
 ہے، اسے لہندی کہو، پنجابی کہو، سرانیکی کہو..... مگر پورے دو سو سال سے پڑھائی نہیں گئی.....  
 ”راء احمد خان جیس ایلے جنگ کرایا ہے نا اسیاں (80) سالاں دا ہویا ہے۔ بڈھا  
 بندہ..... او تھے ڈیرہ بنایا ہویا ہائیں۔ احمد خان تاں او تھے بیٹھا ہا۔ ہور کھرل تے وٹو کول  
 پیٹھن۔ چکن آہدن محرم دا ہویا ہے تے دینہہ دہواں ہویا ہے، روز جمعے دا ہویا ہے۔ جیس  
 دیہاڑے ایہہ لڑائی پمدی ہے۔ آہدن جیس ایلے کھرل پیشیں داو جو کیتا ہے تے انج کر کے  
 خلل کیتا ہے۔ سچ دی ہوئیوں تاں تیرے اپوں اج لہو دے پھوارے اڈن تاں۔ مُر نماز  
 پڑھدا ہویا ہی مصلے دے اتے شہید ہو گیا..... جیویں پیر امام حسین داسر وڈھ لے گئے ہان نا  
 کافراویں احمد خان داسر نیزے اُتے ٹنگ کے انگریج لے گئے ہان..... مُر دادے پھوگی  
 آکھیا:

جیہڑے لڑکے موئے نال انگریج دے، پھوگی آہندا ہے

بہشت نصیب نہیں اگا نہہ

سنگ جاشہیداں دے رلے“

دادے پھوگی کو یاد رہے کہ انگریزوں سے لڑنے والوں کا مرتبہ کیا ہے مگر ہمارے  
 حکمرانوں کو 1857ء میں پنجاب میں انگریزوں سے لڑنے والے سارے آنکھوں میں  
 چھنے لگے..... وہ 1857ء کے تھے، جلیانوالہ باغ (1917ء) والے تھے یا بھگت سنگھ  
 (1931ء) لاہور سازش کیس والے تھے..... پاکستان یعنی پنجاب میں ان میں سے کسی کی  
 کوئی یادگار نہیں بنائی گئی..... ہاں تونسہ (ڈیرہ غازی خان) کے خواجہ نظام کو احمد خان کھرل  
 یاد رہا..... رائے احمد خان کھرل کی اولاد میں سے علی محمد خان خواجہ نظام تونسوی کے مرید  
 تھے..... وہ جہامرے کے کھرلوں کو اصل نواب کہا کرتے تھے اور بہاولپور اور کمالیے والوں کو  
 غدار کہا کرتے تھے..... یہ بات بھی ڈاکٹر سعید بھٹا نے درج کی ہے اور حقیقت تو یہی ہے کہ  
 نہ صرف کمالیے والے سرفراز خان، اور بہاولپور کے نواب نے بلکہ ملتان کے پٹھانوں،

قریشیوں، سیدوں، گردیزیوں سبھی نے کمشنر ہملٹن کی معیت میں ساہیوال میں شوق شہادت کی بھڑکی آگ کو بجھانے کی پوری پوری کوشش کی..... ماشاء اللہ..... (چنانچہ احمد خان کھرل، ان ملتانی / سرانیکی والوں کو تو بھول گیا ہے مگر دریائے راوی کے کنارے بستے محمد حنیف رامے کو نہیں بھولا اور اس نے پنجاب کے مقدمے میں احمد خان کھرل کا باب بڑا نمایاں رکھا..... طبقے کا یہی فرق ہوتا ہے..... بہاولپور، ملتان والوں کا طبقہ اور، رامے کا طبقہ اور..... دادا پھوگی جیسا ڈھولے بنانے والا یا مضمون لکھنے والا رامے..... خاک نشین تھے..... انہوں نے احمد خان کھرل اور اس کے ساتھیوں کو ”رزقِ خاک“ نہیں بننے دیا..... یا پھر لکھنے والوں میں سے نجم حسین سید نے ڈراما لکھا ”اک رات راوی دی“۔ ایک استاد اخبار نویس اے۔ ڈی۔ اعجاز نے احمد خان بارے ڈھولے اکٹھے کیے۔ پنجابی بورڈ کے آصف خان نے چھاپ دیے..... اللہ بخشے فرخندہ لودھی نے ناول لکھا ’جٹ دا انگیار‘۔ اس میں احمد خان کے زیرِ عتاب کھرل رشتہ داروں کا حال لکھا۔ ان میں سے ایک لاہور میں انگریز سرکاری گولی کا نشانہ بنا..... یہ سارے کون تھے؟..... نہ قریشی، نہ گردیزی، نہ گیلانی، نہ سدوزئی نہ بدوزئی..... صرف خاکسارانِ جہاں.....

احمد خان کھرل تو ہماری سرکاری تاریخ میں تقریباً بے نام و نشان ہی رہا کیونکہ 1857ء کے حوالے سے پنجاب کا نام مقصود نہیں تھا..... مگر ساہیوال کے مجاہدوں کا ذکر کارل مارکس نے بھی اپنے اخباری مکتوبات میں کیا کہ ان لوگوں نے لاہور اور ملتان کے درمیان انگریزوں کے سارے رابطے ختم کر دیے تھے..... جو انگریز کے لیے بڑی تشویش کا باعث بن گئے تھے.....

احمد خان کھرل، ولی داد مردانا اور فتیانہ وغیرہ کی جنگ کو ناکام بنانے کے لیے صرف انگریز ہی اکٹھے نہیں ہوئے تھے ان کے ساتھ ہندو، سکھ اور مسلمان بھی ایمان فروشی یا وطن فروشی پر نکل آئے۔ ان سب کا ذکر بغاوت پنجاب کی رپورٹوں میں مجمل طور پر ملتا ہے اور پھر یہ بھی بتایا گیا کہ انہیں کس کس انعام سے نوازا گیا تھا..... سب سے بڑا انعام زمین کی ملکیت..... جو برصغیر میں 1857ء سے پہلے صرف سرکاری یا قوم کی ملکیت ہوا کرتی تھی۔

مثلاً ملتان کے مخدوم شاہ محمود قریشی کو 1780 روپے کی جاگیر، آٹھ کنوئیں، بھنگی والا باغ کی ملکیت مل گئی۔ حضور بہاؤ الدین زکریا کی اولاد میں تھے، انگریزوں کے لیے مخبری کی، مرید بطور سپاہی دیے اور ساتھ ہی گھوڑے بھی.....

ملتان کے بدوزئی قبیلے کے صادق محمد خان نے جب بغاوت کا سنا تو سو گھڑ سوار لے کر انگریزوں کی مدد کے لیے آ گیا..... اولاد آج تک فیض یاب ہو رہی ہوگی۔

کمالیہ کا سرفراز خان کھرل..... 16 ستمبر کو احمد خان کھرل کی لڑائی کی منصوبہ بندی اس کے سائے میں ہوئی۔ اسی رات اس نے یہ ساری خبر گوگیرہ کے ڈپٹی کمشنر کو پہنچادی..... انگریز سے خاندان کو بڑا فیض پہنچا۔ اس لیے خاندان کے چشم و چراغ خالد احمد کھرل (پیپلز پارٹی کے سابق وزیر) اسی لیے 1857ء میں انگریزوں کا ساتھ دینے کو ”صحیح“ قرار دیتے ہیں۔ تو ایسے تو بہت ہیں..... بہاولپور کے ایک چیف جسٹس سید مراد شاہ (غالباً گریزی) بھی پانچوں اسواروں میں شامل تھے۔ لائق فائق ادبی تاریخ کی کتاب بھی لکھی..... مگر احمد خان نے مقابلے میں اپنے خون سے جو تحریر لکھی:

رائے احمد آکھے، جمناتے مروجننا، ایہہ نال ٹھوکر دے بھج جانا، کنگن اے کچی ونگ دا  
آکھے لڑساں نال انگریز دے، جیویں بلدی شمع تے جوش پٹنگ دا